عابدہ نورین
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ زبان وادب، دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

”مصنف کی موت“ کے مصنف کی حیات: رولاں بارت

Abstracts

The Death of the Author’s Life: Roland Barthes

By Abida Naureen, PhD Scholar, Dept. of Language and Literature, The Islamia University of Bahawalpur.

Roland Barthes, one of the most influential literary theorists of the 20th century, revolutionized the study of literature, culture, and signs. His theories, particularly the concept of “The Death of the Author,” reshaped literary criticism and theory. This paper explores Barthes' life in Udru language, focusing on the complexities of his personal life, his theoretical evolution, and his intellectual conflicts. Barthes' work transcended literary criticism, delving into semiotics, cultural myths, and the role of the reader. By examining his personal struggles, his disinterest in conventional relationships(Being Guy), his occasional rivalries with other intellectuals, and his unique contributions to both French and global intellectual circles, this paper provides a comprehensive insight into his biography, his transition from structuralism to post-structuralism.

Keywords: Roland Barthes, *The Death of the Author*, Structuralism, Post-Structuralism, Semiotics, Biography, Reader’s Role, Literary Criticism.

قاری اور متن کے باہمی رشتے کو از سرِ نو تشکیل دینے والا رولاں بارت ایک ایسے فکری نظام کا مفکر تھا جس نے ادب، زبان، اور ثقافت پر اثر انداز ہو کر ۲۰ ویں صدی کی فکری دنیا کو ایک نیا رخ دیا۔ بارت کے نظریات خاص طور پر "مصنف کی موت" (The Death of the Author) نے ادبی تنقید کی روایات کو چیلنج کیا، اور ان کے کام نے اس بات کو ثابت کیا کہ ادب محض مصنف کے ارادوں کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا معانی قاری کے ذہن میں پنپتا ہے معنی کے التوا سے لے کر مصنف کی موت کے اعلان تک، مصنف کی اپنی زندگی کا مطالعہ انتہائی دلچسپ ہے، ان کی زندگی اور تخلیقی سفر میں اتنے اتار چڑھاؤ ہیں کہ ان کی سوانح حیات کا مطالعہ ایک فکری اور ذاتی سطح پر بھی انتہائی دلچسپ امر ہے۔ بارت کی فکری جدوجہد، ان کی غیر روایتی ذاتی زندگی، اور ان کے علمی تنازعات نے انھیں ایک منفرد مقام پر پہنچا دیا ہے رولاں بارت کا تنقید کی دنیا میں ایک نمایاں کردار ہے۔

رولاں بارت کی پیدائش ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ کو شمالی فرانس کے علاقے شیر بونگ Cherbourg, Normandy میں ہوئی۔ بارت نے اپنی جائے پیدائش کی بابت بات کرتے ہوئے ایک بار کہا تھا:

> "یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے کبھی اپنی پیدائش گاہ پر قدم نہیں رکھا وہ اس لیے کہ میں دو ماہ کا ہی تھا تو وہاں سے چلا آیا تھا۔"

ان کے والد، لوئی بارت، کی جنگِ عظیم اول میں موت کے بعد بارت کی زندگی میں ایک خالی پن پیدا ہو گیا تھا۔ والد کی کمی بارت کی شخصیت پر دیرپا اثر ڈال گئی، اور ان کے بچپن کی تمام یادیں اور فکری زندگی اس غم کا عکس بن کر رہ گئی۔ رولاں بارت کے والد کی جنگ میں موت کے بعد اسے ،، ملکی یتیم ،، قرار دے دیا گیا، جس کی وجہ سے وہ اپنے دوست، احباب اور رشتے داروں میں ساری زندگی ایک قسم کی احساس کمتری میں مبتلا رہا۔ ان کی والدہ، ہینریٹ بارت نے ان کی پرورش کی، اور اس دوران بارت کی زندگی میں ایک سنگین مالی بحران بھی موجود رہا جس نے ان کی ذاتی اور فکری زندگی میں نمایاں اثرات ڈالے۔ بارت کی والدہ ہینریٹ کتابوں کی جلدیں کرتیں، اس مزدوری سے ان کے گھر کے اخراجات ہوتے۔ بیون اس جگہ کا نام ہے جہاں بارت کی ساری زندگی گزری ہے اس جگہ کے بارے میں بارت لکھتے ہیں:

> Bayonne, Bayonne, the perfect city: riverain, aerated with sonorous suburbs (Mouserolles, Marrac, Lachepaillet, Beyris), yet immured, fictive: Proust, Balzac, Plassans. Primordial image-hoard of

> childhood: the province-as-spectacle, History-as-odor, the bourgeoisie-as-discourse.(Barthes 1994)

بیو ن ایک مثالی شہر، خوشگوار ہوا سے معطر، گونجتے ہوے نواحی علاقے لیکن ساتھ ہی دیواروں میں مقید پروست، بالزاک اور پلاسانس کی یاد دلاتا ہوا قصبہ ہے۔ بچپن کی تصویری یادوں کا خزانہ، صوبہ بطور منظر، تاریخ بطور خوشبو، اور بورژوا طبقا بطور ڈسکورس۔ بارت کے والدین کہ پہلی ملاقات کینیڈا کے ایک سمندری سفر کے دوران ہوئی۔ بارت کے والد بحریہ کے ایک افسر تھے لیکن بد قسمتی دیکھیے کہ یہی سمندر رہے جس نے بارت سے اس کے والد کو اس کی پیدائش کی پہلی سالگرہ سے بھی پہلے چھین لیا۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران ایک مچھلیاں پکڑنے والے جہاز کو جسے ایک گشت جہاز میں تبدیل کر لیا گیا تھا اس پر گشت کرتے ہوئے ایک جرمن حملے کے دوران رولاں بارت کے والد لوئی بارت ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۶ کو جاں بحق ہوے۔ کتاب البم کے آغاز میں ان خطوط کو شامل کیا گیا ہے جو بارت کے والد کی وفات کے بعد فوج کے مختلف افسروں نے لکھے ہیں ان مختلف تعزیت ناموں میں لوئی بارت کی بہادری کے تذکرے کے ساتھ ساتھ، بیوہ اور چھوٹے بچے رولاں بارت کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے۔ بارت کے والد کی عمر اس وقت محض ۳۳ سال تھی اور اپنی موت کے وقت جس جہاز پر وہ سوار تھا اس کا نام Montaigne تھا۔ اور آگے چل کر بارت کے طرزِ نگارش پر جس انشائیہ نگار کے اثرات سب سے نمایاں انداز سے دیکھے جانے والے تھے اس کا نام بھی Micha de Montaigne ہی ہے۔ ظاہر ہے اوائل عمری میں ہی باپ سے محروم ہو جانے کے واقع کے نقوش رولاں بارت کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل پر بہت دور رس ہیں کیوں کہ اسے ایک،، ملکی یتیم،، قرار دے کے اس کی مالی امداد کا آغاز کر دیا گیا اور یہ وظیفہ ہمیشہ یتیمی کی علامت بنا رہا۔ بارت نے اپنی باقی تمام زندگی اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہوئے گزار دی۔ وقت نے یہ دکھایا کہ بارت جیسا نظریہ ساز جس نے اپنی ساری عمر بورژوا اور نو آبادیاتی نظریات کی تنقید و تنقیص میں صرف کی خود اس کے نانا Louis Binger افریقی ملک آئوری کوسٹ کی جانب بھیجے جانے والی نو آبادیاتی جنگی مہم کے فرانسیسی دستے کا ایک رکن تھا اور بعد ازاں اسی فرانسیسی نو آبادیات کے ایک گورنر کی حیثیت سے بھی یہاں تعینات ہوا۔ یہ ایک قابل ماہرِ لسانیات، تاریخ دان، ماہرِ علومِ بشریات اور ایک نقشہ نویس بھی تھا جس کی یاداشتیں ۱۹۳۶ میں پہلی بار چھپ کر منظرِ عام پر آئیں۔ حیران کن طور سے ان یاداشتوں میں کہیں بھی اس کے بچوں کا ذکر نہیں ملتا اور شاید اس کی ایک وجہ یہ رہی ہو کہ سن ۱۹۰۰ میں اس کی اپنی بیوی سے طلاق ہو گئی۔ نانا لوئی گستاو بنگر (Louis-Gustave Binger) مہم جو اور نو آبادیاتی عہد کا ہیرو تھا رولاں کی ماں ہنریئٹ کا تعلق ایک ایسے گھرانے سے تھا جس کی سرخی اخباروں میں چھپتی تھی۔ اس کے والد یعنی رولاں بارتھ کے نانا لوئی گستاو بنگر (Louis-Gustave Binger) انیسویں صدی کے آخر میں ایک مشہور فوجی اور مہم جو کے

طور پر جانے جاتے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں اسٹرسبورگ (Strasbourg) میں ہوئی، جو اُس وقت فرانس کے زیرِ قبضہ تھا مگر بعد میں جرمنی کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

بَنگر نے فرانسیسی فوج میں ملازمت شروع کی اور بعد ازاں افریقا میں مہمات کے ذریعے نام کمایا۔ ان کی سب سے بڑی شہرت ۱۸۸۷ء کی اس جرات مندانہ مہم سے جڑی ہے جس میں وہ نائیجر دریا کو عبور کر کے ''کونگ'' اور ''موسی'' کے علاقوں تک پہنچے۔ وہ کئی ماہ تنہا جنگلات اور مقامی سرداروں کے درمیان سفر کرتے رہے۔ بالآخر ۱۸۸۹ء میں وہ واپس فرانس آئے اور اپنی دو جلدوں پر مشتمل کتاب *Du Niger au golfe de Guinée* شائع کی، جس نے انھیں ہیرو بنا دیا۔ اس کتاب میں بینگر نے اپنے سفر کی روداد بیان کی ہے موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب ایک جغرافیائی، تاریخی اور ثقافتی تحقیق ہے جس میں مقامی قبائل مناظر قدرت تجارتی راستوں اور فرانسیسی نو آبادیاتی سرگرمیوں کی تفصیلات شامل ہیں فرانسیسی حکومت نے انھیں گورنر آف آئیوری کوسٹ (Ivory Coast) مقرر کیا، اور ان کے نام پر ''بینگرویل'' (Bingerville) نامی بستی بھی وجود میں آئی۔ بَنگر صرف فوجی نہیں بلکہ ایک باریک بین مشاہدہ رکھنے والے شخص بھی تھے۔ انھوں نے مقامی زبانوں، ثقافت اور قبائل کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔ اس کے باوجود، اُن کا زاویہ نظر نو آبادیاتی دور کے تعصبات سے خالی نہیں تھا۔ تاریخ دان یوز پرسن (Yves Person) کے مطابق، بَنگر کی تحریروں میں ایک طرف مشاہدے کی گہرائی ملتی ہے تو دوسری طرف مقامی لوگوں کے بارے میں مغربی برتری کا تاثر بھی نمایاں ہے۔ رولاں بارتھ نے اپنے دوستوں کو بعد میں بتایا کہ وہ نانا کو ہمیشہ ''ایکسپلورر'' (Explorer) یعنی مہم جو کے طور پر یاد کرتا تھا۔ ان کی شخصیت کا عکس بارت کی تحریروں میں براہِ راست تو نظر نہیں آتا، لیکن ایک طرح کا ''تجسس'' اور ''دنیا کو نئی آنکھ سے دیکھنے کا شوق'' یقیناً اس خاندانی وراثت کا حصہ رہا۔

بائیں ہمہ رولاں بارت کے نانا اور نانی دو الگ الگ جہان تھے یوں رولاں کی خاندانی تاریخ میں ایک دلچسپ تضاد موجود تھا نانا لوئی بَنگر، جو دنیا کے نقشے پر نئی سرحدیں کھوجتے تھے، ایک فوجی اور نو آبادیاتی ہیرو تھے جبکہ نانی نوئمی ریولن (Noémi Révolon)، جو پیرس کے قلب میں ایک سوشلسٹ سیلون چلاتی تھیں اور فرانسیسی دانشوروں کی محفل کی روحِ رواں تھیں۔ یہ دونوں جہان — ایک طرف نو آبادیاتی طاقت اور دوسری طرف ادبی و فکری دنیا— بارتھ کے پس منظر کا حصہ تھے۔ لیکن رولاں نے اپنی زندگی میں ان دونوں سے ایک مختلف راستہ چُنا، نہ فوجی کی مہم جوئی، نہ سیلون کی شاندار سماجی زندگی، بلکہ متن، قاری اور معانی کی دنیا۔

رولاں بارت کے دادا اگیست بارت Auguste Barthes) ایک نظم و ضبط پسند اور روایت پرست شخص

تھے جو بحری انجینئرنگ کے شعبے سے وابستہ تھے انھوں نے اپنے خاندان میں نظم، اصول پسندی اور قومی خدمت جیسی اقدار کو اہم سمجھا بارت کی دادی ایک مذہبی اور گھریلو مزاج رکھنے والی خاتون تھی جنھوں نے خاندان میں اخلاق تربیت اور خاندانی اقدار کو مرکزی حیثیت دی۔

Louis-Jean Calvet کے مطابق:

> “Barthes inherited from his paternal line a sense of order and discipline, though his father’s early death left him in a world dominated by maternal influences.”

یہ ددھیال کی وراثت، نظم، خدمت اور صبر بارت کی شخصیت میں غیر شعوری طور پر منتقل ہوئی جو بعد میں ان کے فکری نظم، علمی توازن اور نظریاتی گہرائی میں جھلکتی ہے رولاں بارت کی زندگی میں اس کی ماں کی اہمیت بہت زیادہ ہے لیکن ماں کی دوسری شادی یا نئے رشتے نے رولاں بارت کی زندگی کو بہت متاثر کیا ہے رولاں ابھی اپنی تعلیم اور بیماری کے اتار چڑھاؤ میں الجھا ہوا تھا کہ اس کی ماں ہنریئٹ کی زندگی نے ایک نیا موڑ لیا۔ ۱۹۲۰ کی دہائی کے اواخر میں اس کی ملاقات آندرے سالزیدو (André Salzedo) سے ہوئی، جو ایک فن کار اور سرامکس بنانے والا تھا۔ یہ تعلق رسمی شادی میں نہ ڈھلا کیونکہ سالزیدو پہلے سے شادی شدہ تھا، لیکن پھر بھی ہنریئٹ نے اس کے ساتھ زندگی کا ایک نیا رشتہ قائم کیا۔ ۱۱ اپریل ۱۹۲۷ء کو ساحلی قصبے کپ بریتون (Capbreton) میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رکھا گیا میشیل سالزیدو۔ رولاں اس وقت بارہ برس کا تھا۔ ماں کی گود میں ایک نیا بھائی آ گیا، مگر اس نئے تعلق نے گھر کے اندر اور باہر کئی تناؤ پیدا کیے۔ رولاں کی نانی نوئمی ریولن (Noémie Révelin) چونکہ پیرس کے ادبی اور سیاسی حلقوں کی ایک بااثر شخصیت تھیں۔ ان کے مشہور سیلون میں ادیب، سیاستدان اور دانشور آتے۔ وہاں پال ویلے ری، لیون بلم اور دیگر سرکردہ شخصیات کے مباحثے ہوتے۔ لیکن اپنی بیٹی ہنریئٹ کے اس "غیر روایتی" فیصلے کو انھوں نے سخت ناپسند کیا۔ نوئمی نے بیٹی کو اپنے گھر آنے سے روک دیا اور کسی بھی قسم کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ یہ وہی وقت تھا جب ہنریئٹ کو محض چند سکوں کے لیے کتابوں کی جلد کا کام کرنا پڑا تاکہ گھر کا خرچ نکل سکے۔ رولاں کے دل پر اس بات کا گہرا اثر ہوا۔ وہ اپنی نانی کو ہمیشہ ایک تلخی اور طنز کے ساتھ یاد کرتا۔ دوستوں سے اکثر کہتا کہ اس کی ماں نے بڑی قربانی دی لیکن نانی نے اپنی بیٹی اور نواسے کو تنہائی اور غربت کے حوالے کر دیا۔ یہ احساس بعد میں اس کی فکری دنیا میں بورژوا اقدار اور سماجی نقابوں پر شدید تنقید کی صورت میں جھلکتا ہے۔ یوں رولاں بارتھ کا بچپن اور نوجوانی صرف ذاتی تنہائی اور بیماری کی کہانی نہیں تھی بلکہ ایک پیچیدہ خاندانی کشمکش کی بھی کہانی تھی۔ ایک طرف

قربانیاں دینے والی ماں، دوسری طرف ایک طاقتور مگر بے رحم نانی، اور ساتھ ہی ایک نیا بھائی جس نے اسے اپنی ماں کی محبت کے بٹوارے کا احساس دلایا۔ یہی تجربات اس کی فکر کی بنیاد بنے، وہ بار بار اس سوال پر لوٹتا کہ سماج کیسے تعلقات پر نقاب چڑھاتا ہے، کیسے سچائی کو "اخلاقیات" کے پردے میں چھپاتا ہے، اور کس طرح ذاتی زندگی کے زخم نظریاتی تنقید میں ڈھل سکتے ہیں۔ رولاں اور میشیل کے درمیان بارہ برس کا فرق تھا۔ رولاں اس وقت کتابوں اور اپنی بیماری کے ساتھ ایک سنجیدہ نوجوان بن چکا تھا جبکہ میشیل ابھی بچپن کی دنیا میں تھا۔ اس فاصلے نے دونوں کو قریب نہ آنے دیا۔ لیکن چھوٹے بھائی کی آمد نے رولاں کی دنیا بدل دی۔ اب ماں کی توجہ تقسیم ہو گئی، اور گھر پر ایک نئے رشتے کی چھاپ بیٹھ گئی۔ دوست فیلیپ ربی رول کے بقول، رولاں اکثر اس صورتِ حال پر اندرونی کشمکش کا شکار رہتا۔ ایک طرف وہ ماں کی محبت کا گواہ تھا، دوسری طرف وہ جانتا تھا کہ یہ محبت انھیں سماجی طنز اور مشکلات کا نشانہ بھی بنا رہی ہے۔ شاید اسی لیے اس نے اپنے نوجوانی کے ناول کے منصوبے میں ایک سخت گیر دادی اور سماجی رکاوٹوں کے خلاف بغاوت کرنے والے کردار تراشے گویا اپنی ہی گھریلو کہانی کو علامتی انداز میں پیش کیا۔ اس نئے خاندان کی تشکیل نے بارتھ کے اندر ایک نفسیاتی کشمکش پیدا کی، کیونکہ ان کا کبھی بھی اپنے سوتیلے بھائی کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ نہیں بن پایا۔ بارتھ نے اپنی زندگی کے ابتدائی برسوں میں اس تعلق کی پیچیدگیوں کا سامنا کیا، اور یہ تعلقات ان کے نجی زندگی سے متعلق اور فکری نظریات میں جھلکتے ہیں۔ بارت کا کہنا تھا کہ انھوں نے ہمیشہ اپنی شناخت اور تخلیقی آزادی کے لیے اس تعلق سے دوری اختیار کی تھی، اور اس سے انھیں اپنی ذاتی اور فکری زندگی میں آزادی کا احساس ہوتا تھا۔ ان کے سوتیلے بھائی سے تعلقات نے انھیں اس بات کا شعور دلایا کہ انسان اپنے خاندان کی حدود سے باہر بھی اپنی شناخت قائم کر سکتا ہے، اور اسی آزادی نے ان کی فکری زندگی اور جدوجہد کو مزید مستحکم کیا۔ ان کی تنہائی، بیماری، اور پرانی یادیں ان کے نظریات اور تحریروں میں جھلکنے لگیں۔ بارت نے اپنے اس بھائی کو تنہا نہیں چھوڑا اس کی ہمیشہ مالی مدد کی۔

بارت کی ابتدائی تعلیم کا آغاز پیرس کے مختلف تعلیمی اداروں سے ہوا، یہ شہر اور اس کا ثقافتی ماحول رولاں بارت کی تحریروں میں بار بار ابھرتا ہے خاص طور پر جب وہ علامتی اور ثقافتی ساختوں کا تجزیہ کرتے دکھائی دیتے ہیں بارت نے دو مختلف اداروں میں تعلیم حاصل کی اور ایک ذہین طالب علم کے طور پر کلاسکی لسانیات، تھیٹر اور فلسفے میں گہری دلچسپی لی اور ۱۹۳۰ کی دہائی کے آخر میں انھوں نے ای کول نورمل سپریئر (École Normale Supérieure) میں داخلہ لیا۔ یہاں، انھوں نے ادب، فلسفہ اور لسانیات کا مطالعہ کیا۔ ان کے تعلیمی سفر میں جو نظریاتی جستجو شروع ہوئی، وہ ان کی پوری زندگی کے دوران جاری رہی۔ تاہم ۱۹۳۴ میں انھیں تپ دق کا مرض لاحق

ہوا جس نے ان کی تعلیم میں بار بار تعطل پیدا کیا انھیں کئی سال سانٹوریمز (sanatoriums) میں گزارنے پڑے۔
سینیٹوریم کی زندگی نے بارت کو معاشرتی دباؤ اور روایتی تعلیمی نظام سے عارضی نجات دی جس نے ان کے تخلیقی رجحان کو نکھارنے میں مدد دی وہ خود لکھتے ہیں کہ بیماری اور تنہائی نے انھیں کسی اور طرح کے وقت سے متعارف کروایا، ایک ایسا وقت جو معاشرتی رفتار سے آزاد تھا اور جس میں؛ تفکر کی خوشی،، کو پوری شدت سے محسوس کیا جا سکتا تھا اس عرصے میں انھوں نے کلاسیکی اور جدید ادب کا گہرا مطالعہ کیا مختلف زبان اور ثقافتی نظاموں کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور یہی وہ تجربہ تھا جس نے آگے چل کر ان کی ساختیاتی اور پس ساختیاتی تنقید کی فکری بنیاد رکھی بیماری کے باوجود وہ علمی و فکری طور پر مسلسل سرگرم رہے اور یہی سینیٹوریمز ان کے لیے ایک خاموش خیالات کی لائبریری ثابت ہوئے جہاں انھوں نے اپنی بعد کی تحریروں کی بنیاد رکھی۔

سینیٹوریمز میں آدھی زندگی گزارنے اور صحت میں تدریجی طور پر بہتری کے بعد ۱۹۴۸ میں انھوں نے باقاعدہ طور پر ادب اور لسانیات کے تدریسی میدان میں قدم رکھا ابتدا میں وہ مختلف چھوٹے تعلیمی اداروں میں پڑھاتے رہے لیکن جلد ہی انھیں پیرس یونی ورسٹی میں تدریسی ذمے داریاں سونپی گئی جہاں انھوں نے جدید ادبی نظریات کلاسکی متون اور لسانیاتی تجزیے پر گہرے فکری مباحث کو فروغ دیا۔ ساختیات کے ابتدائی مرحلے کے بعد، بارت نے رفتہ رفتہ روایتی مروجہ ساختیاتی نقطۂ نظر سے آگے بڑھتے ہوئے متن کو ایک کثیر المعنی کھلے، متنوع اور متحرک نظام کے طور پر دیکھنا شروع کیا۔ ان کا مؤقف تھا کہ معنی کسی متن میں پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتے بلکہ یہ قاری کے ساتھ متن کے تعامل سے وجود میں آتے ہیں۔ اس فکری تبدیلی نے بارتھ کو پس ساختیات کے اہم مفکرین کی صف میں لا کھڑا کیا۔ ان کے نزدیک قاری کا کردار مرکزی ہے کیونکہ بارت کے مطابق کسی متن کو اس کے مصنف سے منسلک کرنا، متن کو محدود کرنے کے مترادف ہے۔ یہی تصور بعد میں ان کے مشہور مضمون *The Death of the Author* کی فکری بنیاد بنا، جس نے عالمی ادبی تنقید میں ایک ہلچل مچادی۔

اسی دور میں بارتھ نے فرانس کی کئی علمی و فکری انجمنوں اور جرائد کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کیے۔ خاص طور پر ان کا تعلق Tel Quel گروپ سے نہایت اہمیت کا حامل تھا، یہ ایک فرانسیسی ادبی و نظریاتی جریدہ تھا، جو ۱۹۶۰ میں پیرس سے چھپنا شروع ہوا۔ اس کے ایڈیٹر فلیپی سولر (Philippe Soller) تھے۔ یہ گروہ جلد ہی جدیدیت (Modernism)، ساختیات (Structuralism)، پس ساختیات (Post-Structuralism)، اور مارکسی نظریات کا مرکز بن گیا تھا۔ Tel Quel میں کئی بڑے مفکرین شامل رہے، جن میں نمایاں ناموں میں رولاں بارت، جولیا کریستیوا، مشل فوکو اور دریدا کے نام شامل ہیں۔ بارت کے ساتھ (Tel Quel) گروپ کے

تعلقات بھی دلچسپ رہے، بارت اوراس گروپ کے دیگر ارکان نے ادب اور زبان کے نئے طریقوں کو فروغ دینے کی کوشش کی، اور بارتھ کے کام نے اس تحریک کو ایک نظریاتی بنیاد فراہم کی۔ ان کی تحریریں اور نظریات ان مفکروں کی فکری وراثت کا حصہ بن گئیں، اور ان کا تعلق ان گروہوں کے ساتھ بارت کی فکری زندگی کا اہم پہلو رہا اور سب نے مل کر ساختیات کو پروان چڑھایا۔ بارت نے نہ صرف تدریس کو اپنی علمی سرگرمیوں کا محور بنایا بلکہ اپنے تحقیقی مضامین، تنقیدی تحریروں اور فکری مکالموں کے ذریعے فرانس اور یورپ کی ادبی و نظریاتی فضا پر گہرا اثر ڈالا۔ یہ زمانہ بارتھ کے لیے فکری طور پر نہایت زرخیز ثابت ہوا، اور اسی عرصے میں انھوں نے بین الاقوامی علمی دنیا میں اپنی ایک مفکر کے طور پر مضبوط پہچان قائم کی، جو آگے چل کر انھیں جدید تنقید کے اہم ستونوں میں شمار کیے جانے کا باعث بنی۔

بارت کی ذاتی زندگی ایک پیچیدہ اور منفرد زندگی تھی۔ انھوں نے کبھی شادی نہیں کی، اور ان کی ذاتی زندگی میں جنسی شناخت ایک پیچیدہ اور مبہم موضوع رہی۔ بارتھ نے اپنی جنسی شناخت کو کبھی کھل کر بیان نہیں کیا، لیکن ان کے ذاتی بیانات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ ہم جنس پرست تھے۔ ان کی جنسی تعلقات اور زندگی کے بارے میں یہ معلومات مکمل طور پر ظاہر نہیں کی گئی، لیکن ان کی تحریریں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ انھوں نے اپنے جنسی رجحان کو ایک داخلی تجربہ سمجھا، جو ان کی فکری آزادی اور تخلیقی عمل کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔

ڈیوڈ اے ملر لکھتے ہیں:

> "Barthes lived a life of profound solitude; his erotic identity, though never publicly declared, shaped his intellectual independence and the emotional undertones of his writings." (Miller, 1992, 84)

ان کی ذاتی زندگی کی رازداری اور ان کی جنسی ترجیحات نے انھیں فکری طور پر بھی الگ تھلگ کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ مصنف کا ذاتی پس منظر اور ارادے ادب کے تجزیے میں معنی نہیں رکھتے، بلکہ قاری کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ان کا مشہور نظریہ "صنف کی موت" ادب کی روایتی تشریحات کو مکمل طور پر نئے زاویے سے دیکھنے کی دعوت

دیتا ہے۔ بارتھ کے نزدیک ادب کو صرف متن کے ذریعے سمجھا جانا چاہیے، نہ کہ مصنف کی ذاتی زندگی یا ارادوں کے ذریعے، اس کی اہم وجہ شاید مصنف کا خود اپنی زندگی کو پوشیدار کھنا بھی ہو۔

اس نظریے کا واضح اظہار بارت نے اپنے مضمون *The Death ofthe Author* میں کیا، جہاں انھوں نے کہا کہ:

> The birth of the reader must be at the cost of the death of the author. (Barthes, 1967)

بارتھ کے مطابق، ادب کا تجزیہ کرنے کے لیے ہمیں مصنف کے ذاتی ارادوں یا پس منظر سے آگے بڑھ کر، صرف اس کی تخلیق پر توجہ دینی چاہیے۔ اس سے قاری کو ایک آزادانہ تشریح کا موقع ملتا ہے جو کہ روایتی ادبی تجزیے سے مختلف ہے۔ بارت کی فکری آزاد خیالی اور ان کی ذاتی زندگی کے مابین ایک گہرا تعلق تھا، جو ان کی تحریروں میں جھلکتا ہے۔ ان کی زندگی میں یہ پیچیدگیاں ان کے نظریات کی تخلیق کا حصہ بن گئیں، خاص طور پر *Mythologies* اور *S/Z* میں جو معاشرے کے اجتماعی معانی اور ثقافتی علامتوں کی تحقیق پر مبنی ہیں، تب بارت اپنی زندگی کے بہت قریب دکھائی دیتے ہیں۔ بارت کے لیے، ان کی ذاتی جدوجہد نے انھیں ایک منفرد زاویہ دیا جس سے وہ ثقافتی اور سماجی علامتوں کو گہرائی سے دیکھتے تھے۔

۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۹ء کا عرصہ تھیٹر، ادب، سیاحت وغیرہ ہر لحاظ سے بارت کے لیے قدیم یونان کی طرف رجحان کا غماز ہے۔ اسی عرصے میں پہلی بار اس نے یونان کا سفر اختیار کیا اور ایتھنز، آرگوس اور پیلیپونیز جیسے تاریخی جگہوں کا دورہ کیا اور بالآخر اٹلی کے راستے سے ہوتا ہوا فرانس واپس لوٹ آیا۔ بارت کے ہاں اس سفری روداد کا بیان حسیاتی اور تاثراتی تجربات سے بھرپور ہے اور اس پر لذت پرست اور ہم جنس پرست گائڈ کی چھاپ نمایاں ہے۔ اسی طرح کی ذمے داری کے سلسلے میں وہ مصر کے لیے عازمِ سفر ہوتا ہے جہاں اس کی ملاقات زبانوں کی تاریخ کے ایک ماہر Algirdas Greimas سے ہوتی ہے جس کے توسط سے پہلی بار اس کا تعارف فرڈی نینڈ سا سیئر کے کام اور علمِ نشانیات اور ساختیات کی مروجہ بحثوں سے ہوتا ہے۔ Greimas نہ صرف سا سیر کے کیے گئے کاموں سے علمی واقفیت رکھتا تھا بلکہ بارت کے لیے یہ خوشگوار حیرت کا باعث تھا کہ وہ اول اول کے ساختیات دانوں جیسے رومن یاکب سن وغیرہ کی تحریروں کی بھی اچھی خاصی سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ مصر اس لحاظ سے بھی رومانیہ سے مختلف تھا کہ یہاں اس کے ساتھ اس کی ماں نہیں تھی جو پیرس میں اس کے اٹھارہ سالہ سوتیلے بھائی Michel کے پاس تھی۔ یقینی طور پر اس کی ایک وجہ بارت کے اس وقت کے مالی حالات بھی تھے۔ رومانیہ میں اسے قدرے مالی آسودگی حاصل تھی لیکن یہاں مصر میں اس کی تنخواہ اتنی نہیں تھی کہ وہ اپنے سوتیلے بھائی کی پڑھائی کا بوجھ تن تنہا اپنے کندھوں پر اٹھا سکتا۔ سو

اسی لیے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اس کی ماں کو پیچھے پیرس میں ہی ٹھہر کر کام کرنا پڑ رہا تھا۔ بارت اپنے اس سوتیلے بھائی کے بارے میں مالی اور جذباتی لحاظ سے برسوں بعد بھی اپنی کتاب Mourning Diary میں فکر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

بارتھ نے اپنی تدریسی اور تحقیقی زندگی میں کئی علمی اداروں سے وابستگی اختیار کی۔ انھوں نے Centre National de la Recherche Scientifique (CNRS) میں لسانیات پر تحقیق کی، بعد ازاں École Pratique des Hautes Études اور پھر Collège de France میں پڑھایا۔ Collège de France میں رولاں کو Sémiologie Littéraire (Literary Semiotics) کے پروفیسر کے طور پر ۱۹۷۶ میں تعینات کیا گیا، جو ان کے علمی سفر کی انتہا تھی۔ Louis-Jean Calvet لکھتے ہیں:

> Barthes was not merely a critic of literature buta critic of culture itself, transforming the boundaries of what criticism could mean.

بارت کے علمی سفر کو یورپ کی تنقیدی دنیا میں ایک "ساختیات و مابعد ساختیات کے فکری سنگم،، کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ نہ صرف فرانسیسی دانشوروں جیسے فوکو، دریدا اور کرسٹیوا کے ہم خیال تھے بلکہ ان کے نظریات نے عالمی سطح پر تنقیدی فکر کی نئی جہتیں متعارف کرائیں۔

بارتکا فلسفہ (Semiotics) علم العلامات پر مبنی تھا، جو علامات اور نشانوں کے مطالعے کا علم ہے۔ بارت کے مطابق، زبان اور تہذیب و ثقافت میں جو کچھ بھی ہے، وہ دراصل علامات کی صورت میں وجود رکھتا ہے، اور ان علامات کا تجزیہ ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ بارت نے اس بات کو اجاگر کیا کہ ہر تہذیبی و ثقافتی عمل ایک نظامِ علامات پر مبنی ہوتا ہے جو سماج کے مخصوص اقدار اور معانی کو ظاہر کرتا ہے۔

انھوں نے اپنی کتاب *S/Z* میں اس بات کی وضاحت کی کہ تمام ادبی متون کئی سطحوں پر معانی پیدا کرتے ہیں، اور ان کے معانی کا تجزیہ ہمیں ثقافتی نظاموں اور سماجی طاقتوں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ رولاں بارت نے تحریر کے مختلف اجزا کو علامات کے طور پر سمجھا جو مختلف ثقافتی سیاق و سباق میں مختلف معانی رکھتے ہیں۔ اس طرح، بارتھ کے لیے ہر لفظ، ہر تصویر، اور ہر نکتہ ایک علامت کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس کی ثقافتی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ رولاں بارت کا شمار ان مفکرین میں ہوتا ہے جنھوں نے علم علامات کو ادبی و ثقافتی تنقید کا ایک مضبوط نظریاتی فریم ورک فراہم کیا انھوں نے سوسیر کے لسانی ساختیات کو بنیاد بنا کر اسے ثقافتی معنی کی تعبیر میں استعمال کیا اور اس طرح علم علامات کو زبان سے آگے بڑھا کر روزمرہ زندگی، ابلاغ اور سماجی ڈھانچوں تک پھیلایا۔ بارت کے نزدیک ہر ثقافتی

مظہر ایک نظام علامات ہے، جو مخصوص معنی تخلیق کرتا ہے اپنی شہرہ آفاق کتاب *Mythologies* (1957) میں وہ فرانسیسی روز مرہ کلچر، اشتہارات، فیشن، کھانا، کھیلاور مشہور شخصیات ان سب کو علامتی نظام کے طور پر دیکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کس طرح یہ بظاہر معمولی چیزیں، دراصل سماجی و نظریاتی معنی کو مستحکم کرتی ہیں بارت نے "ظاہری معنی" اور "ضمنی و ثقافتی معنی" کے درمیان فرق کو واضح کیااور دکھایا کہ کس طرح ایک ثقافتی متھ (Myth)، سادہ سی علامت کو نظریاتی معنی پہنا دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ انھیں جدید ثقافتی تنقید اور علم نشانیات وعلامت کا معمار کہا جاتا ہے ۔بعد کے کاموں میں خاص طور پر *S/Z* (1970) اور *Image-Music-Text* (1977) میں بارت نے نشان اور معنی کے تعلق کو مزید پیچیدہ اور غیر مرکزی (decentered) شکل میں پیش کیا جس نے بعد میں پس ساختیاتی مباحث پر گہرے اثرات ڈالے۔

بارت کی فکری زندگی میں کئی مشہور مفکروں اور ادبی نقادوں کے ساتھ تعلقات رہے۔ ان میں سے کچھ تعلقات قریبی اور دوستانہ تھے، جب کہ بعض دیگر کے ساتھ ان کی علمی رائے میں اختلافات بھی رہے۔بارت کا تعلق چونکہ فرانسیسی ساختیاتی تحریک سے تھا،ان کے نظریات نے ژاک دریدا، مشل فوکو، اور جولیہ کرسٹیوا جیسے مفکروں کو متاثر کیا۔ان کے اور دریدا کے درمیان ساختیات اور مابعد ساختیات کے حوالے سے بحثیں ہوئیں، جنھوں نے فکری دنیا میں ایک نیا تناؤ پیدا کیا۔ بارتھ نے فوکو کے خیالات کے ساتھ بھی گہری ہم آہنگی دکھائی، خاص طور پر زبان، طاقت، اور شناخت کے حوالے سے، لیکن ان کے بیچ کبھی کبھار علمی اختلافات بھی سامنے آئے۔مثال کے طور پر، بارتھ نے اپنے معروف مضمون *The Death of the Author* میں کہا کہ مصنف کی ذاتی زندگی اور اس کے ارادے کو متن کے تجزیے میں شامل نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اصل معانی قاری کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ایک ہی متن ہر قاری کے لیے الگ معنی و مفہوم پیدا کرتا ہے۔ دریدا نے اس بات کو اپنے ڈی کنسٹرکشن کے نظریے میں شامل کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہر متن خود ایک تضاد سے بھرپور ہوتا ہے اور یہ کبھی بھی مکمل طور پر وضاحت کے ساتھ نہیں سمجھا جا سکتا۔چونکہ لکھنے والا جو لکھنا چاہتا ہے لکھت اسکی متحمل نہیں ہو سکتی، مثال کے طور پر، فوکو کا خیال تھا کہ طاقت کا علم کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور ہر ثقافتی علامت یا علم ایک مخصوص طاقت کے تناظر میں سمجھا جاتا ہے۔ بارتھ نے بھی اسی نوعیت کی سوچ کو اپنایا، خاص طور پر جب وہ میڈیا اور اشتہارات میں پوشیدہ معانی کا تجزیہ کرتے ہیں۔

جولیہ کرسٹیوا اور بارتھ کے درمیان بھی گہرا فکری تعلق تھا، خاص طور پر ساختیات کے حوالے سے۔ کرسٹیوا نے اپنی کتاب *Powers of Horror* میں بارت کے نظریات سے متاثر ہو کر زبان اور شناخت کے

تعلقات پر کام کیا۔ انھوں نے علم العلامات میں معنی پیدا کرنے کی سر گرمی (semiosis) کے تصور کو متعارف کرایا، جو بارت کے علم العلامات کے نظریات سے مماثلت رکھتا ہے۔ کرسٹیوا نے زبان کو نہ صرف ایک ساختیاتی نظام بلکہ ایک سماجی اور ثقافتی عمل بھی سمجھا جس میں افراد کی شناخت تشکیل پاتی ہے۔

مثال کے طور پر، بارتھ نے *Writing Degree Zero* میں ادب کو ایک خالص، بے لاگ، اور غیر متعصب شکل کے طور پر پیش کیا تھا، جبکہ کرسٹیوا نے اس کے مقابلے میں ادب میں تضادات اور ہیجان کو اہمیت دی اور ان کو زبان کی ساختیاتی حقیقتوں کے ساتھ جوڑا۔ رولاں بارت کی کہی ہوئی یہ بات بہت مشہور ہے:

> Language is a skin, I rub my language against the other. It is as if have words instead of fingers or fingers at the tip of my words my language trembles with desire.

اس بات سے ہمیں اندازا ہوتا ہے کہ کس طرح رولاں بارت زبان کو جسمانی حدود سے ماورا سمجھتے ہوئے اہمیت دیتے ہیں۔ الغرض رولاں بارت کی زندگی اور ان کے نظریات نے ادب اور ثقافت کے مطالعے میں انقلابی تبدیلیاں کیں۔ ان کی تحریریں نہ صرف فکری طور پر اہم ہیں بلکہ انسانی تجربات اور سماجی حقیقتوں کی ایک گہرائی سے عکاسی کرتی ہیں۔ بارتھ کا نظریہ "مصنف کی موت" آج بھی ادبی تنقید کے اہم ستون کے طور پر موجود ہے، اور ان کے نظریات کا مطالعہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ادب کو نہ صرف مصنف کی نظر سے بلکہ قاری کے نقطہ نظر سے بھی سمجھا جانا چاہیے۔ ان کی زندگی اور کام اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ادب صرف متن کے معانی تک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک وسیع تر ثقافتی اور سماجی تجربہ ہوتا ہے جسے ہر قاری اپنے انداز میں سمجھتا ہے لہذا قاری سامعین اور ناظرین کو کسی بھی ڈسکورس کو من و عن مان لینے سے پہلے اپنی آنکھیں اور دماغ کھلے رکھنے چاہیے. بارت کا نظریہ اردو تنقید کے سیاق میں ثقافت اور لسانیات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

حواشی

۱۔ رولاں بارت(Roland Barthes)، *Roland Barthes by Roland Barthes*، ترجمہ: رچرڈ ہوورڈ (Richard Howard)، (برکلے: یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا پریس، ۱۹۹۴ء)، ص ۱

۲۔ لوئس گستاو بنگر(Louis-Gustave Binger)، *Du Niger au Golfe de Guinée par le pays de Kong et le Mossi*، جلد دوم، (پیرس: ہاچے، ۱۸۹۲ء)، ص ۱ تا ۸

۳۔ لوئس جین کلویٹ(Louis-Jean Calvet)،*Roland Barthes: A Biography*،ترجمہ: سارہ وائکس (Sarah Wykes)،(بلومنگٹن: انڈیانا یونی ورسٹی پریس،۱۹۹۵ء)، ص ۵
۴۔ رولاں بارت(Roland Barthes)،*Roland Barthes by Roland Barthes*،ص ۴۷،۵۶۔۵۸
۵۔ ایضاً، ص ۵۷۔۵۹
۶۔ ایضاً، ص ۱۰۲۔۱۰۴
۷۔ رولاں بارت(Roland Barthes)،*Image, Music, Text*،(لندن: فونٹانا پریس،۱۹۷۷ء)، ص ۱۴۷
۸۔ جوناتھن کلر(Jonathan Culler)،*Barthes: A Very Short Introduction*،(اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی، پریس ۲۰۰۲ء)، ص ۷ تا ۲۸
۹۔ ڈیوڈ اے ملر(David A. Miller)،*Bringing out Roland Barthes*،(برکلے: یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا پریس،۱۹۹۲ء)، ص ۸۲۔۸۶
۱۰۔ رولاں بارت(Roland Barthes)،*The Death of the Author* مشمولہ *Image, Music, Text*،ترجمہ: اسٹیفن ہیتھ(Stephen Heath)،(نیویارک: ہل اینڈ وانگ،۱۹۷۷ء)، ص ۱۴۲ تا ۱۴۸
۱۱۔ لوئس جین کلویٹ، ص ۴۱
۱۲۔ یو ٹیوب ویڈیو: *Motivemustery*،Words Unleashed: Exploring Roland Barthes،Remarkable 30 Quotes on Language and Modern Criticism، آن لائن: ۴/ جنوری ۲۰۲۴ء رجوع کردہ: ۲۰/ اکتوبر ۲۰۲۵ء: https://www.youtube.com/watch?v=2uU0Yt4gvjY

مآخذ

۱۔ بارت، رولاں(Barthes, Roland)،*Roland Barthes by Roland Barthes*،ترجمہ: رچرڈ ہوورڈ (Richard Howard)، برکلے: یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا پریس،۱۹۹۴ء
۲۔ بارت، رولاں(Barthes, Roland)،*Image, Music, Text*،لندن: فونٹانا پریس،۱۹۷۷ء
۳۔ بارت، رولاں(Barthes, Roland)،*The Death of the Author* مشمولہ *Image, Music, Text*،ترجمہ: اسٹیفن ہیتھ(Stephen Heath)، نیویارک: ہل اینڈ وانگ،۱۹۷۷ء
۴۔ بنگر، لوئس-گستاو(Binger, Louis-Gustave)،*Du Niger au Golfe de Guinée par le pays de Kong et le Mossi*، جلد دوم، پیرس: ہاچے،۱۸۹۲ء
۵۔ کلر، جوناتھن(Culler, Jonathan)،*Barthes: A Very Short Introduction*،اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی، پریس ۲۰۰۲ء
۶۔ کلویٹ، لوئس جین(Calvet, Louis-Jean)،*Roland Barthes: A Biography*،ترجمہ: سارہ وائکس

(Sarah Wykes)، بلومنگٹن: انڈیانا یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء
۷۔ ملر، ڈیوڈ اے (Miller, David A.)، *Bringing out Roland Barthes*، برکلے: یونی ورسٹی آف کیلی فورنیا پریس، ۱۹۹۲ء

ویب گاہ

۱۔ https://www.youtube.com/watch?v=2uU0Yt4gvjY

Bibliography:

1. Barthes, Roland, *Roland Barthes by Roland Barthes*, Trans. by Richard Howard, Berkeley: University of California Press, 1994.
2. ____,*Image-Music-Text*, London: Fontana Press, 1977
3. ____,*The Death of the Author*, In *Image-Music-Text*, translated by Stephen Heath, New York: Hill and Wang, 1977
4. Binger, Louis-Gustave, *Du Niger au Golfe de Guinée par le pays de Kong et le Mossi*, 2nd Vol., Paris: Hachette, 1892.
5. Calvet, Louis-Jean, *Roland Barthes: A Biography*, Trans. by Sarah Wykes, Bloomington: Indiana University Press, 1995.
6. Culler, Jonathan, *Barthes: A Very Short Introduction*. Oxford: Oxford University Press, 2002.
7. Miller, David A., *Bringing Out Roland Barthes*. Berkeley: University of California Press, 1992